بین المذاہب رواداری اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت

Interfaith harmony and its need and importance in the contemporary era

☆ محمد اظہر عباسی

☆☆ محمد پرویز

ABSTRACT

The significance of Islamic teachings is being realized and cleared as a man gets familiar with the social practices of the pre-Islamic era. That was the era when the social evils such as ignorance, intolerance, blood bathing, cruelty, injustice and many more were prevailed and became accustomed. Amidst those dark ages, the prophet of Islam i.e. Muhammad (ﷺ) graced this universe. He (ﷺ) was the embodiment of love, who spread the message of love, tranquility, mercy, peace, and tolerance. He (ﷺ) demonstrated with his teachings how ignorant society can be turned into the most civilized nation of that time through tolerance, equality, and justice. He exemplified with his behavior how the people who belong to different religions, creed, and race can live together in a peaceful way. In the modern time of globalization, tolerance among the people of different religions and nations becomes more important and indispensable. In present times, this is also a key to establish a Utopian and peaceful society hence a peaceful world. In this research, the concept of tolerance among different religions is explained and this study also sheds light on the need for tolerance, love and harmony from different directions and perspectives.

Keywords: Islam, interfaith harmony, society, needs and importance

انسانی زندگی میں اسلامی تعلیمات کی اہمیت اس وقت مزید نمایاں ہوتی ہے۔ جب دور جاہلیت کے معاشرتی حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔ جہاں عداوت و دشمنی کا دور تھا، معمولی باتوں پر جنگ و قتال برسوں جاری رہتا، ان حالات میں محسن انسانیت اور رحمت دو عالم ﷺ نے انسان کو ایک نئے معاشرتی وصف سے روشناس کرایا۔ یہ ایسا وصف تھا جو معاشروں کے قیام اور باہمی روابط استوار کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ وصف احترام آدمیت، مذہبی آزادی، اور معاشرتی مساوات کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ وصف

☆ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

☆☆ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

تہذیبوں کو اپنا تشخص برقرار رکھنے کی تعلیم بھی دیتا ہے نیز تہذیبوں کے مابین پائی جانے والی خلیج بھی کم کرتا ہے اور باہمی تبادلہ خیال کے ذریعے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ اس اہم سماجی، معاشرتی، اخلاقی وصف سے مراد رواداری ہے۔ پس رواداری کا عام اور سادہ سا اصول یہ ہے کہ ''انسان اپنا موقف چھوڑے نہ اور دوسرے کے موقف کو چھیڑے نہ'' اسلامی رواداری اسی موقف کا نام ہے۔

دنیا بھر میں پائے جانے والے مذاہب کے درمیان رواداری، ہم آہنگی اور مفاہمت کی اصطلاح ایک عرصے سے دنیا بھر میں چل رہی ہیں۔ بین المذاہب رواداری کو فروغ دینا ہر دور میں ضروری رہا ہے لیکن آج جب دنیا سمٹ کر (Global village) اور اس سے آگے نکل کر (Global hut) کی صورت اختیار کر چکی ہے تو اس کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے تاکہ مختلف مذاہب اور عقائد و نظریات کے لوگ مل جل کر ایک سوسائٹی (Society) میں امن و محبت کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور مذاہب کے جو اختلافات و افتراقات ہیں وہ کش مکش اور تصادم کی صورت اختیار نہ کریں۔ کیونکہ مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان شدت پسندی اور انتہاء پسندی کے رجحانات میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ماضی میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان تصادم، محاذ آرائی اور قتل و قتال کا جو سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ اس کا تسلسل آج بھی موجود ہے عنوانات تبدیل ہونے کے باوجود، مذہبی شدت پسندی اور انتہاء پسندی بدستور انسانی معاشرے میں موجود ہے اور نیوزی لینڈ جیسے ترقی یافتہ معاشرے میں بھی اس کے اثرات کو دیکھا جاسکتا ہے، کرائسٹ چرچ مسجد میں درجنوں معصوم اور نہتے مسلمانوں کو جس بے دردی اور سفاکیت سے شہید کیا گیا ہے اس سے روادری و ہم آہنگی اور مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت کو بڑی شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے رواداری کو تعصب کے برعکس پہچانا جاتا ہے اور تعصب کی اصل اور اس کا مصدر انسانی تاریخ میں یک طرفہ سوچ اور تنگ نظری ہے۔ مقالہ ھذا میں رواداری کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے اور عصر حاضر کے تناظر میں اس کی ضرورت واہمیت کو مختلف زاویوں اور جہتوں سے بیان کیا گیا ہے۔

رواداری کا لغوی معنی

اردو لغت کی مشہور کتاب فیروز اللغات میں لفظ رواداری کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

”رواداری(ف-ا-مث) یعنی رواداری فارسی کا لفظ ہے، بطور اسم مونث استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں بے تعصبی اور رعایت کے ساتھ کسی فعل کا جائز رکھنا“۔(۱)

رواداری کے لئے عربی میں تسامح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ تسامح کا مادہ اشتقاق سمح (س۔م۔ ح) ثلاثی مجرد ہے۔ اور اس کا معنی جودو سخاوت اور سہولت ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے اہل لغت کہتے ہیں:رجلٌ سمحٌ یعنی سخی آدمی۔(۲)

انگریزی لغت کی کتاب آکسفورڈ لرنر ڈکشنری میں رواداری کے مندرجہ ذیل لغوی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

"Harmony or Tolarnce: A state of agreement in feelings interests, opinions."(3)

”رواداری) انسانی رویے کی (ایسی حالت کو کہتے ہیں جس میں مختلف احساسات مفادات اور تصورات کا معاہدہ ہوتا ہے۔“

اس تعریف کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ رواداری اس انسانی رویے کا نام ہے جس میں ایک شخص دوسرے شخص کے مختلف مفادات، تصورات اور اس کے احساسات کی قدر کرتا ہے۔

رواداری کا اصطلاحی معنی

رواداری ایک ایسی اصطلاح ہے جسکا آغاز مختلف ادیان کے محققین علماء نے اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں کیا ۔اگرچہ رواداری (تسامح) کا لفظ نص قرآنی میں وارد نہیں ہوا مگر اس کے مترادفات ضرور استعمال ہوئے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ ، آسانی، نرمی،سہولت، معافی، درگزر، بردباری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ذیل میں رواداری کے اصطلاحی معنی کی وضاحت کے لئے چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ مسلم محققین میں ابن عاشور جو دور جدید کے عظیم محقق گزرے ہیں، نے رواداری کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

---

(۱)مولوی فیروز الدین،(س۔ن)، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، اردوبازار ,لاہور۔پاکستان ص:۷۳۳

(۲)ازہری، ابومنصور محمد بن احمد،(۲۰۰۱ء)،تہذیب اللغۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان. ۲۰۰/۴

(3)Jonathan Crowther, (1995), Oxford Advanced learner's Dictionary, Oxford University New York, P:544

رواداری کے اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام محمد طاہر بن عاشور لکھتے ہیں:

''التسامح في اللغة مصدر، سامحه إذا أبدى له السماحة القوية لأن صيغة التفاعل هنا ليس فيها جانبان فتعين أن يكون المراد بها المبالغة في الفعل مثل :عافاک الله، التسامح وهو لفظ اصطلح عليه العلماء الباحثون عن الأديان من المتأخرين من أواخر القرن الماضي أخذ من الحديث النبوية (بعثت بالحنيفية السمحة) (وقد صار هذا اللفظ حقيقة عرفية في هذا المعنى''(۴)

''(تسامح) رواداری (لغوی اعتبار سے) باب تفاعل سے (مصدر ہے) سامحہ کا معنی ہے جب کوئی کسی کے لئے بڑھ چڑھ کر جودو سخا کا مظاہرہ کرے۔ کیونکہ یہاں تفاعل کے صیغے میں طرفین) یعنی دونوں اطراف(موجود نہیں) کیونکہ تفاعل کے خواص میں سے ایک خصوصیت مشارکہ ہے جو کہ یہاں موجود نہیں، یہاں باب تفاعل فَعَلَ ثلاثی مجرد کی موافقت میں آیا ہے (اس لئے یہاں اس بات کا تعین ہو گیا کے یہاں اس سے مراد فعل میں مبالغۃ ہو گا۔ جیسے اللہ تجھے) ہر شر اور تکلیف سے (محفوظ رکھے) یہاں بھی فعل میں مشارکہ نہیں بلکہ مراد مبالغہ ہے۔''

گویا رواداری ایک ایسا لفظ ہے جس کو متاخرین مذہبی محققین نے پچھلی صدی عیسوی کے اواخر میں بطور اصطلاح اختیار کیا۔ علماء نے اس حدیث نبوی سے اس اصطلاح کو اخذ کیا:

''بعثت بالحنيفية السمحة''(۵)

''بے شک میں دین حنیف یعنی سچے اور اعتدال والے (دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔''

امام ابن عاشور مزید لکھتے ہیں کہ:

''بعد ازاں یہ لفظ رواداری کی اصطلاح میں حقیقت عرفی بن گیا، اس کا مترادف لفظ تساہل ہے۔ لیکن اگر اس لفظ تساہل کو رواداری کے معنی میں استعمال کریں، تو اس کے استعمال سے یہ خدشہ پید اہوتا ہے کہ ایک مسلمان دینی احکام میں تساہل برتنے کی روش اختیار کرے گا۔ اس لیے محققین نے تسامح

---

(۴)ابن عاشور، امام محمد الطاہر،(س۔ن)، اصول النظام الاجتماعی فی الاسلام، طبع ثانی، المؤسسۃ الوطنیۃ لکتاب الجزائر۔ ص:۲۲۶

(۵)احمد بن حنبل،(س۔ن)،المسند،مؤسسہ قرطبہ،مصر۔۵/۲۶۶،رقم:۲۲۳۴۵

کے لفظ کو رواداری کے معنوں میں استعمال کرنے کے لیے خاص کیا۔ اب اس لفظ کو کسی اور لفظ سے بدلنا مناسب نہیں۔"(٦)

علامہ ماجد غرباوی رواداری کی اصطلاح کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"مفهوم التسامح (Toleration) ظهر في القرن ١٧-١٨م"(٧)

"رواداری کا تصور سترویں اٹھارویں صدی عیسوی میں سامنے آیا۔"

چنانچہ عصر حاضر میں جب لفظ رواداری بولا جائے گا تو اس سے مراد مذاہب کے درمیان ہم آہنگی بردباری اور رواداری لی جائے گی۔

فن اصطلاحات کی جدید کتاب "المعجم الفلسفی" میں رواداری کی بحث ان الفاظ میں آئی ہے۔

"فإن التسامح يأتي بمعنى أن تترك لكل إنسان حرية التعبير عن آرائه وإن كانت متضادة لآرائك وأن يحترم الآراء غيره لإعتقاده إنها محاولة للتعبير عن جانب من جوانب الحقيقة. والتسامح كما يقول گوبلو: لا يوجب على المرء عن معتقداته أو الإمتناع عن إظهاره أو الدفاع عنها أو التعصب لها بل يوجب عليه الإمتناع عن نشر آرائه بالقوة والقسر والقدح والخدأ"(٨)

"رواداری سے مراد یہ ہے کہ انسان کو حقیقت کی تعبیر کا عقیدہ رکھتے ہوئے اور دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی مکمل اجازت دی جائے۔ مشہور فلاسفر (Goblo) کہتا ہے: انسان پر لازمی نہیں کہ وہ اپنے عقیدے سے ہٹ جائے یا اس کے دفاع سے رک جائے یا اس پر مضبوطی سے کاربند نہ ہو بلکہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ طاقت، جبر، جھوٹ، اور دھوکہ دہی سے اس کو پھیلانے سے باز رہے"۔

(٦) ابن عاشور، امام محمد الطاہر، (س-ن)، اصول النظام الاجتماعی فی الاسلام، طبع ثانی، المؤسسۃ الوطنیۃ لکتاب الجزائر۔ ص:٢٢٦

(٧) غرباوی، ماجد، (١٤٢٧ھ)، التسامح ومنابع التسامح فرص بین الادیان والثقافات، مدین، قم، ایران۔ ص٥

(٨) صلبیا، الدکتور جمیل، (س-ن)، المعجم الفلسفی، دار الکتاب البنانی، بیروت، لبنان۔ ١/٢٧٢

اقوام متحدہ (UNO)کے ذیلی ادارے یونیسکو (UNESCO) نے ۱۶ نومبر ۱۹۹۵ء کو ایک قرارداد منظور کی جس کے تحت ہر سال ۱۶ نومبر کو رواداری کا عالمی دن(World Tolerance day) منایا جاتا ہے اس قراد داد میں رواداری کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> "Tolerance is respect, acceptance and appreciation of the rich diversity of- our world's cultures, our forms of expression and ways of being human. It also means that one's views are not to be imposed on others."(9)

عصر حاضر میں مذاہب کے درمیان رواداری کی اصطلاح کا استعمال

عصر حاضر میں رواداری کی اصطلاح دنیا میں پائے جانے والے مختلف مذاہب، ادیان، عقائد و تصورات کے درمیان ہم آہنگی کے لیے مخصوص ہو چکی ہے۔ کیونکہ زمانہ ماضی میں اس کی ضرورت اس قدر نہیں تھی جس کی وجہ مختلف ممالک اور سرحدوں کا اختلاف بعد المشرقین والمغربین کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر عصر حاضر میں دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ تنہا کسی ملک کے لیے زندگی گزارنا امر ناممکن بن چکا ہے۔ یا ماضی میں بڑی بڑی سلطنتیں تھی جو کہ اب مختلف ریاستوں اور ملکوں میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ پھر جدید ٹیکنالوجی کی ترقی نے فاصلوں کو کم سے کم کر دیا ہے۔ اسی لیے اسلام کے ابتدائی دور میں جہاں بھی رواداری(تسامح) کا لفظ استعمال ہوا ہے، وہاں اس سے مراد آسانی، بردباری، سہولت، سخاوت لیا جاتا تھا۔ مگر اب یہ اصطلاح صرف مختلف مذاہب، ادیان، ممالک اور علاقوں کے باہمی میل جول اور روابط پر دلالت کرتی ہے۔ کہ کس طرح مختلف عقائد و نظریات کے حامل افراد ، معاشرے کے دیگر افراد کے مذہبی وسیاسی و علاقائی حقوق کو برداشت کرتے ہیں چنانچہ ماجد الغرباوی اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''فمفهوم التسامح (Toleration) ظهر في القرن ١٧-١٨ ملتفا تداعيات الحروب والصراعات بين المذاهب والأديان والإتجاهات الفكرية والفلسفية المختلفة التي شهدتها أوروبا ابان القرون الوسط أو أيضاً من أجل التوصل إلى صيغ مناسبة

(9)https//www.un-documents/net/dpt/htm/

تضمن حقوق الإنسان وحرية الرأي والتعبير بشكل متبينا ولجميع أفراد الشعب، وذلک بعد إقصاء سلطة الكنيسة وإنهاء دور رجل الدين في الحياة السياسية . الآن ويراد بالتسامح : موقفا إيجابيا متفهما من العقائد والأفكار يسمح بتعايش الروي والاتجاهات المختلفة بعديداً عن الإحتراب والاقصاء"(۱۰)

"رواداری(Toleration) کا تصور ۱۷ویں اور ۱۸ ویں صدی میں اس وقت شروع ہوا۔جب مختلف ادیان اور مذاہب کی حامل اقوام جنگ کی ہولناک نتائج سے آگاہ ہوئیں۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب قرون وسطی میں یورپ کے اندر مختلف مذہبی افکار اور فلسفی مباحث پروان چڑھنا شروع ہوئے اس لیے مذہب کے پر تصادم ٹکراؤ سے بچنے کے لیے اھل چرچ نے اس پر غور کیا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جو انسانی حقو اور اظہار رائے کو مساوی طور پر تمام افراد تک پہنچائے یہ وہ دور تھا جب چرچ کے پادری سیاست پر اثر انداز ہونا شروع ہوئے تھے۔"

پس اب رواداری عقائد و افکار کی روشنی میں سمجھا جانے والا ایک ایسا عمل ہے جو صاف و شفاف اور جنگ و جدل سے پاک زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

عصر حاضر میں بین المذاہب رواداری کی ضرورت واہمیت

کائنات ارضی میں پائے جانے والے مذاہب کے درمیان مفاہمت، مکالمہ، رواداری اور ہم آہنگی کی اصطلاح ایک عرصے سے زبان زد عام ہے۔ عمومی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان رواداری، ہم آہنگی اور مفاہمت کی فضا کو فروغ دینا ہر دور میں ضروری رہا ہے۔ مگر اب جب کہ فاصلوں کے مسلسل کم ہونے کے بعد دنیا ایک(Global Village) کی صورت اختیار کر رہی ہے تو اس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔ تاکہ مختلف مذاہب، عقائداو رنظریات کے لوگ مل جل کر ایک سوسائٹی میں امن و محبت کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اور مذاہب کے حوالے سے پائے جانے والے اختلافات کسی کش مکش اور تصادم کی صورت اختیار نہ کریں۔ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے

(۱۰)غرباوی،ماجد،(۱۴۲۷ھ)،التسامح ومنابع التسامح فرص بین الادیان والثقافات،مدین،قم،ایران۔ص۵

درمیان کشیدگی اور تنازعات کے شدت پسندانہ اظہار کو بھی اس ضرورت کی ایک وجہ قرار دیا جا رہا ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ ماضی میں مختلف مذاہب کے درمیان تصادم، محاذ آرائی، قتل و غارت گری کا جو سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اس کا تسلسل آج بھی موجود ہے۔ عنوانات اور موضوعات تبدیل ہونے کے باوجود مذہبی شدت پسندی اور انتہاء پسندی بدستور انسانی معاشرے میں موجود ہے۔ لہذا رواداری کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی جاتی ہے کہ یہ مذہبی شدت پسندی، انتہاء پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایسے معاشرے جن میں رواداری کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اسے معاشرے میں فروغ دیا جاتا ہے وہ ان معاشروں کی نسبت زیادہ خوش حال پرامن اور ترقی یافتہ ہیں جن میں رواداری کے کے وجود کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا جاتایا اس کی افادیت کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ ذیل میں مختلف معاشرتی مسائل اور عنوانات کے تحت رواداری کی ضرورت اور اسکی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔

ا - انسانی حقوق اور رواداری

انسانی معاشرہ بیک وقت وحدت وانتشار پر مشتمل ہے ۔ایک طرف افراد معاشرہ میں نسلی، مذہبی ، قومی جو مختلف ثقافتوں کی طرف رہنمائی کرتاہے تو دوسری طرف معاشرے کے افراد عزت ،احترام، برداشت اور رواداری کے ساتھ زندگی گزارتے نظر آتے ہیں ۔ان دونوں جہتوں کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ پہلو جو انسان کو ایک دوسرے کے قریب کرتے ہیں وہ ان پہلوو ں سے زیادہ ہیں جو انسان کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز کرتے ہیں ۔ان اوصاف اور پہلووں میں سے ایک پہلو رواداری کا ہے۔ جو انسانی طبعیت میں تحمل، برداشت وسعت نظری اور کشادگی کا باعث اور موجب ہے۔ رواداری انسانی حقوق میں سے ایک حق ہے۔ جس کے وجود کی ضرورت مسلم اور امرواقعی ہے اور اس کی واضح دلیل اس زمین پر انسانی وجود کا گرد ہی شکل میں قیام اور اعتقادی فرق نظر آتا ہے۔جو مختلف ثقافتوں کی پذیر ہونا ہے۔اسلام رواداری ، برداشت، تحمل، وسعت اور کشادگی کا دین ہے اس نے انسانی معاشرے کی بقا اور پرامن نشوونما کے لیے رواداری کو نہ صرف ضروری قرار دیا ہے بلکہ اس کی ضرورت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾(۱۱)

---

(۱۱)سورۃالبقرۃ،۲/۲۵۶

"دین میں کوئی زبردستی نہیں"

مختلف مذاہب کے درمیان رواداری، ہم آہنگی اور مفاہمت کا لائحہ عمل بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾(۱۲)

"آپ فرما دیں :اے اہلِ کتاب !تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے،) وہ یہ (کہ ہم ا للہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو ا للہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو ا للہ کے (تابع فرمان) مسلمان ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ روادای کا عملی نمونہ ہے رواداری کی وہ مثالیں جن کا تذکرہ آج یورپ اور ترقی یافتہ ممالک میں بڑی تفصیل سے کیا جاتا ہے اسلامی تاریخ ساڑھے چودہ سو سال قبل اس کے عملی نمونے دنیا میں پیش کر چکی ہے۔اگر آج دنیا مختلف عالمی بحرانوں میں مبتلا ہے تو اس کی ایک وجہ رواداری کو فروغ نہ دینا بھی ہے۔اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے پرامن بقائے باہمی کے قیام اور فروغ کے لیے میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ جیسے معاہدات و منشورات کو عملی صورت میں اس دنیا کے سامنے پیش کیا تاریخ انسانی قیامت تک رواداری ، برداشت،وسعت قلبی، کشادگی اور اعتدال پسندی کی ایسی لازوال مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام عالم نے اقوام متحدہ(UNO)کی بنیاد رکھی جس نے حقوق انسانی کا ورلڈ آرڈر دنیا کے سامنے پیش کیا اور پہلی مرتبہ رواداری کو انسانی حقوق میں جگہ دی۔ حقو ق انسانی کے آرڈر ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء(The universal declaration of human Rights) کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ کہ اس معاہدے میں جو انسانی حقوق بیان کیے گئے ہیں ۔اسلام نے قرآنی تعلیمات، اسوہ رسول اور سیرت صحابہ کی صورت میں ان کو ساڑھے چودہ سو سال قبل دنیا کے سامنے نہ صرف

(۱۲)سورۃ آل عمران،۳/۴۶

پیش کیا بلکہ عہد نبوی، خلافت راشدہ اور بعد کے اسلامی ادوار اس کی عملاً گواہی دیتے ہیں۔ اگر (UNO) کے حقوق انسانی کے چارٹر کو دیکھیں تو وہ صرف عالمی طاقتوں کے اردگرد گھومتا نظر آتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر میں بین المذاہب رواداری کی ضرورت کو سمجھتے ہوئے برابری کی سطح پر اس کے عملی نفاذ کے لیے کوششیں کی جائیں۔ اقوام متحدہ کے Charter of the united nation(۲۶جون ۱۹۶۵ء)کے دیباچے کے دوسرے پیراگراف میں رواداری کاذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> "We the peoples of the united nations determined to practice tolerance and live together in peace with one another as good neighbours, and to unite our strength to maintain international peace and security."(13)

اسی طرح انسانی حقوق کے عالمی چارٹر The universal Declaration of human right 10 (december 1948)میں رواداری کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے اس کے فروغ کے لیے تعلیم کو ضروری قرار دیاگیا کیونکہ تعلیم انسانی شخصیت میں شعور کو بیدا کرتی ہے جس کی وجہ سے انسان معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ رواداری، ہم آہنگی اور باہمی احترام کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرتا ہے چنانچہ انسانی حقوق کے اس چارٹر کی شق ۲۶ کے الفاظ ہیں:

> "Education shall be directed to the full development of the human personality and to the strengthening of respect for human rights and fundamental freedom. It shall promote understanding, Tolerance and friendship among all nations, raeial or religious groups"(14)

---

(13) http//www.un.org/en/documents/charter/preamble

(14) ibid

"تعلیم کا بنیاد ہدف انسانی شخصیت کی کامل نشوو نما ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بنیادی انسانی حقوق اور آزادی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ تمام اقوام، مذاہب اور گروہوں کے درمیاں رواداری، دوستی اور برداشت کے کلچر کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کرتی ہے۔"

اسکے علاوہ اس چارٹر کی ۱۳ویں شق کے پہلے پیراگراف میں مختلف ممالک کے ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور اقتصادی حقوق کا بیان ہے۔ اور ممالک کے درمیان ان حقوق کی کما حقہ بجا آوری صرف رواداری سے ہی ممکن ہے اس شق میں درج ہے کہ:

"Everyone has the right to freedom of movement and residence with in the borders of each state " (15)

"مختلف ممالک کے افراد کو پڑوسی ملکوں میں آنے جانے اور وہاں رہنے کی اجازت ہے اور یہ ان کا حق ہے۔"

اس آرٹیکل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ افراد معاشرہ کو اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق آزادی سے رہنے کی اجازت ہے۔ لیکن یہ حق بھی اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب مختلف مذاہب ،ادیان، ریاستیں اور ممالک ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم کریں۔ رواداری، وسعت او رکشادگی کے ساتھ ایک دوسرے کو برداشت کریں۔ اور پرامن بقائے باہمی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔

۲ - رواداری مسلمہ ضرورت ہے

سب سے پہلے اس بات کو تسلیم کرنا لازم ہے کہ بین المذاہب رواداری واقعی ایک چیز ہے اور اس کے وجو د کی ضرورت مسلم ہے۔ اور اس بات کا واضح ثبوت ہمیں زمین پر انسانی وجود کے گروہی شکل میں قیام پذیر ہونے سے ملتا ہے کہ تمام انسان بقاء، ضروریات زندگی، تہذیب و تمدن اور ترقی جیسے اہداف کے لیے مل جاکر رہنے کے حریص ہیں۔ اگرچہ ہر گروہ کی اپنی دینی، ثقافتی اور ماحولیات خصوصیات ہیں اور اس حقیقت کا واضح اعلان قرآن پاک نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾(١٦)

(15) ibid

(١٦)سورۃ الحجرات،۴۹/۱۳

بنیادی طور پر انسان آبادی میں رہنے کا حریص ہے۔ وہ اپنی زندگی کے اہداف کا حصول، اپنے معاملات، اپنی ذات کی تکمیل، اپنی صلاحیتوں کے اظہار ، خیرو شر سے نبرد آزما ہونا، محبت و بغض سے آشنائی، گندگی و نجاست کی حقیقت اور ان میں واضح فرق، بغیر مل جل کر رہنے کے نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ آبادی میں رہنے کا محتاج ہے اور اجتماعی زندگی کا حریص ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ انسان ماحول کا غلام یا فرزند ہے کیونکہ اس کی ضروریات اور تقاضا ہائے طبیعت کو پورا کرنے والا ماحول ہی ہوتا ہے چنانچہ زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے اور اجتماعی زندگی کے قیام کے لیے رواداری کی ضرورت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔اور اس سے فراد کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔

۳-رواداری اور احترام باہمی لازم وملزوم

بین المذاہب رواداری اور تحمل و برداشت کا وصف اختلاف تنوع اور مغایرت کے عمدہ مثال پیش کرتا ہے یہ وصف افراد ، مذاہب عقائد و تصورات اور نفسیات کے مختلف ہونے کے باوجود انہیں احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مختلف اقوام کے جدید و قدیم تقاضوں اور ان کے امتزاج کی حد مقرر کرتا ہے جو ان کی بقا کیلئے ضروری ہے۔

۴-اختلاف دین ومذہب اور رواداری کا فروغ

بین المذاہب رواداری دوسرے کے وجود کو مطلقاً تسلیم کرنے کا نام ہے۔ کیونکہ ہر ایک کو اس کے وجود اور بقا کی جنگ لڑنے کا حق حاصل ہے ہر ایک کیلئے اپنے دین کی آزادی ہے اگر کسی ایک کی ثقافت میں دوسرے کے لیے چند قابل اعتراض چیزیں ہیں تو دوسرے کی ثقافت میں بھی چند چیزیں ایسی ہیں جو قابل قبول اور اعتراض سے خالی ہیں ، مذاہب ، عقائد، نظریات و تصورات کا یہ فرق خالق کائنات کے وجود اور اس کی حقانیت پر دلالت کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ٥وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾(١٧)

---

(١٧)سورۃ ھود،١١/١١٧-١١٨

"اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ظلماً ہلاک کر ڈالے درآنحالیکہ اس کے باشندے نیکو کار ہوںo اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا) مگر اس نے جبراً ایسا نہ کیا بلکہ سب کو مذہب کے اختیار کرنے میں آزادی دی (اور) اب (یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔"

پس جب اختلاف رنگ و نسل ایک امر حقیقت ہے تو پھر اس حقیقت سے انکار کسی صورت بھی ممکن نہیں اور اس اختلاف کو سرے سے ختم کرنا کسی بھی طرح معاشرے کے کسی فرد، جماعت یا گروہ کے لیے ممکن نہیں اور نہ ہی یہ مطلوب ہے۔

۵ -اجتماعی زندگی کے قیام میں ہم آہنگی ورواداری کا کردار

یہ بات روز اول کی طرح عیاں ہے کہ بین المذاہب رواداری اور تحمل و برداشت کا مقصد ایک ایسی زمین کا قیام ہے جس میں اجتماعیت ہو، جمہوریت کا بول بالا ہو، انسانی فکر، رائے اور ثقافت کے اظہار اور ترویج کی آزادی ہو، قانون کی حکمرانی ہو حکمت عملی پر مبنی اختیارات ہوں انسانی قدریں افراط و تفریط سے پاک ہوں اور احترام باہمی کا وہ ماحول قائم ہو جس کا درس نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں دیا۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''أنتم بنو آدم وآدم من تراب''(۱۸)

"تم سب آدم علیہ السلام کی اولا د ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے تھے۔"

گویااقوام عالم کے درمیان رواداری کی بنیاد پر ایسا رشتہ قائم ہو جو ان کو باہم ایک دوسرے کے قریب لانے میں مدد گار ثابت ہو، افراد معاشرہ کے درمیان مصلحتوں اور منفعتوں کا تبادلہ ہو جذبات کو مجروح نہ کیا جائے اور نہ کوئی ایسا عمل کیا جائے جس سے معاشرے کے خیر و امن کا ماحول پراگندہ ہو۔

آج کا عالمی بحران مذہبی، سماجی، اقتصادی اور معاشی طور پر دنیا کو بری طرح متاثر کر رہاہے۔ جس کے باعث مختلف معاشروں میں بے چینی نفرت اور اضطراب کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ افراد معاشرہ میں عدم رواداری کے سبب شدت پسندی اور انتہا پسندی کے رجحانات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عدم رواداری کی وجہ سے تنگ نظری، بنیاد پرستی، فرقہ واریت، عدم برداشت اور بے جا آزادی اظہارئے رائے جیسی مذموم

(۱۸)ابوداؤد، سلیمان بن اشعث،(۱۹۹۴ء).السنن، تحقیق:شعیب الارنووط، دار الفکر، بیروت۔۴/۳۳۱،رقم:۵۱۱۶

روایات جنم لے رہی ہیں جو بعدازاں شدت پسندی اور انتہا پسندی اور دہشت گردی کے فروغ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں اس بات کو اس خاکہ کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے کہ کس طرح عدم رواداری کا بیج، تنگ نظری، فرقہ واریت اور عدم برداشت کا درخت اگاتا ہے جو بعدا زاں افراد معاشرہ کو شدت پسندی، انتہاء پسندی اور دہشت گردی جیسے زہریلے پھل فراہم کرتا ہے۔

i. اگر انسانی طبیعت میں برداشت، تحمل، بردباری، وسعت قلبی، کشادگی جیسے اوصاف نہ ہوں تو اس کو عدم رواداری کہتے ہیں۔
ii. عدم رواداری کا وصف عدم برداشت کو جنم دیتا ہے۔
iii. عدم برداشت کا رویہ انسان کو اعتدال کی راہ سے دور کرتا ہے۔
iv. وسط و اعتدال سے دوری تنگ نظری اور فرقہ واریت کو فروغ دیتی ہے۔
v. یہ تینوں اسباب یا ان میں سے کوئی ایک سبب انسانی طبیعت میں شدت پسندی کو جنم دیتا ہے۔
vi. شدت پسندی، انتہا پسندی اور دہشت گردی کا سبب بنتی ہے جو معاشرے کی تباہی اور بربادی کا نقطہ اول ہے۔

٦ - عدم برداشت کا مسئلہ

عدم برداشت کا مسئلہ اس مادہ پرست دنیا کا المیہ ہے۔ یہ مرض انسان کو اس وقت لاحق ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی ذات اپنی نسل، اپنے رنگ، اپنے قبیلے کے حصار میں گرفتا ر ہو جاتا ہے۔ اور ان تنگ دائروں سے باہر کسی کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتاہے عصر حاضر کے مسائل میں عدم برداشت ایک ایسا رویہ ہے جس نے قوموں کے اخلاق کو کھوکھلا کر دیا ہے۔انسانی طبیعت و اخلاق میں اگرعدم رواداری ہو گی تو اس سے عدم برداشت جنم لیتاہے۔ جو فی زمانہ معاشرتی زندگی میں ظلم وستم فرقہ واریت اور فتنہ و فساد کی خشتِ اول ہے۔ یہ عدم برداشت ہی ہے جس کی وجہ سے دنیا میں مختلف نسلی، لسانی، مسلکی اور مذہبی گروہ آپس میں دست و گریبان ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات ہوں یا خود کش حملے غرض ہر جگہ انسانیت کا دامن خون سے تار تارہے۔ اور یہ سب عدم برداشت کا تحفہ ہے صرف ایک جنگ کے اعداد و شمار کا جائزہ لیں تو امریکہ کے سابقہ اٹارنی جنرل ریمزے کلارک(Ramsy clark)کے مطابق خلیجی جنگ کے دوران اور مابعد کے ۵ سالوں میں پانچ لاکھ افراد لقمہ اجل بن گئے اور یونیسف

(unicef)کی رپورٹ کے مطابق پانچ سال سے کم عمر کے جو بچے ہلاک ہوئے ان کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے اس پر ریمز کلارک کے یہ الفاظ شاہد ہیں۔

> "That is crime against humanity of enormous magnitude".(19)

"یہ انسانیت کے خلاف بہت بڑا جرم ہے۔"

اسلام وہ دین ہے جو برداشت کے اصولوں کو آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا ہے۔ قرآن پاک ہمیشہ تحمل برداشت کو بنیادی اصول کے طور پر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ" (عباد الرحمن)"یعنی اللہ کے بندوں کا تعارف قرآن پاک میں اس طرح کرایا گیا۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾(۲۰)

"اور) خدائے (رحمان کے) مقبول (بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل)اکھڑ (لوگ) ناپسندیدہ (بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے) ہوئے الگ ہو جاتے ہیں۔"

اسی طرح لغویات یاطبیعت کے مخالف رویے کو برداشت کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾(۲۱)

"اور یہ (وہ لوگ ہیں جو کذب اور باطل کاموں میں) قولاً اور عملاً دونوں صورتوں میں(حاضر نہیں ہوتے اور جب بیہودہ کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو) دامن بچاتے ہوئے (نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ "

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾(۲۲)

---

(۱۹)ماہنامہ میثاق، مدیر، ڈاکٹر اسرار احمد، ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء جلد:۲۰شمارہ: ۹ ص:۵۸

(۲۰)سورۃ الفرقان،۲۵/۶۳

(۲۱)سورۃ الفرقان،۲۵/۷۲

(۲۲)سورۃ القصص،۲۸/۵۵

"اورجب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، تم پر سلامتی ہو ہم جاہلوں) کے فکر و عمل (کو) اپنانا (نہیں چاہتے) گویا ان کی برائی کے عوض ہم اپنی اچھائی کیوں چھوڑیں۔"

مظلوم کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک عدم برداشت کو رواج دیتا ہے۔ اگر صرف اسی بات کو یقینی بنا لیا جائے کہ مظلوم کا تعلق خواہ کسی مذہب ، مسلک، قوم یا نسل سے ہو اس کی بلا تفریق مدد کریں گے اور اس کے حقوق کا احترام کریں گے تو معاشرے میں برداشت کو احسن انداز میں رواج دیا جاسکتاہے۔

۷ -عدم برداشت اور تنگ نظری کا باہمی تعلق

تنگ نظری و بنیاد پرستی بھی عدم برداشت کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ جب انسانی طبیعت میں رواداری ، برداشت، تحمل وسعت قلبی جیسے اوصاف نہ پائے جائیں تو ایسے میں تنگ نظری و بنیاد پرستی جنم لیتی ہے۔ یہ اصطلاح سب سے پہلے ۱۹ ویں صدی میں جنم لینے والی امریکی پروٹسٹنٹ تحریک کے لیے استعمال ہونا شروع ہوئی، بنیاد پرستی کا ترجمہ(Fundamentalism) کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں یہ لفظ لاطینی زبان کے (Fundamentam) سے آیا ہے۔ جس کے معنی بنیاد کے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ مذہب کا تعلق، ۱۹۲۰ء اور بعض ذرائع کے مطابق ۱۹۱۰ء کے زمانے تک سے دیکھنے میں آرہا ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ اصطلاح مذہبی مقالوں کے ایک مجموعے (The Fundamentals) سے اخذ کی گئی جو ۱۹۰۹ء کو امریکہ میں شائع ہوا۔ عمومی طور پر اس سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی گروہ ، تنظیم یاجماعت اپنے نظریات دوسروں پر زبردستی نافذ کرتی ہے۔ اور اپنے خیالات کے نفاذ کے متشددانہ راستہ اختیار کرتی ہے تو اسے بنیاد پرستی کہتے ہیں۔

"ماہنامہ تجزیات میں تنگ نظری کو ایسا وصف بیان کیا گیا ہے۔ جو عدم رواداری کے سبب جنم لیتا ہے۔ اور معاشرے کے لیے سمِ قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صاحب مضمون لکھتاہے کہ ایک عام معاشرہ کا ایک عام فرد کبھی تنگ نظری اور بنیاد پرست نہیں ہو سکتا بلکہ تنگ نظر اور بنیاد پرست بننے کے لیے درج ذیل امتحان سے گزرنا ہوگا۔میرا عقیدہ سچاہے، اور اس کے نفاذ کے لیے میں ہر حد تک جاؤں گا۔

i. قرآن کی صرف وہ تفسیر و تشریح سچی ہے جسے میرا مسلک، میرا نکتہ نظر اور دماغ قبول کرے۔

ii. میری تشریح اور تفسیر پر یقین نہ رکھنے والے، زندیق اور واجب القتل ہیں۔

iii. ریاستی امور، سرگرمیاں، قوانین، تقریریاں میرے خیالات کے مطابق ہونی چاہیں۔

iv. کتاب الہی کے سوا تمام تر علم و حکمت اور فلسفہ غیر متعلق ہے ایسے علم کو پھیلانا گمراہ کن اور بد تہذیبی ہے۔

v. رسوم اور تقریبات صرف وہ ہونی چاہیے جن کا درس قرآن سے ملتا ہے۔ اس درجہ بندی سے باہر، ہر تقریب ممنوع ہے۔

vi. دوسرے مذاہب کے مقامات عبادت کو تباہ کرنے اسلام کی زیادہ بہتر خدمت ہے۔

اسی طرح قاضی جاوید بنیاد پرست افراد کی نفسیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تنگ نظر اور بنیاد پرست وہ لوگ ہیں جو اپنے مذہبی عقائد میں معقولیت کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے عقائد دنیا میں سب سے زیادہ معقول اور سچے ہیں لہذا انسانیت کی فلاح و بہبود کی خاطر دنیا پر ان عقائد کی بالادستی قائم کرنا لازمی ہے۔ اور اگر وہ مستقلا اسی راہ پر چلتے رہیں تو ایک قدم اور آگے نکل جاتے ہیں اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ چونکہ صرف وہ حق پر ہیں لہذا دوسروں کو ان کی پیروی کرنا ہوگی۔ اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان کو بے راہ روی کی سزا بھگتنا ہوگی۔ اس کی ضد اعتدال پسندی اور میانہ روی ہے اور یہ رواداری کے جوہر سے جنم لیتی ہے۔''(۲۳)

اسلام تنگ نظری و بنیاد پرستی کا دین نہیں ہے بلکہ وسعت، کشادگی اور فراخدلی اس کے عملی شعائر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم افراد اپنے مذہبی معاملات میں ہمیشہ پوری طرح آزاد رہے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں غیر مسلموں سے معاملہ کرتے وقت ہر موقع پر اس کی تاکید کی گئی کہ:

---

(۲۳) ماہنامہ تجزیات، مدیر محمد عامر رانا، تحریر، خالد احمد، اشاعت ۵ جنوری ۲۰۰۹ء، اشاعت اسلام آباد، ص، ۵۷

"لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم وبين شرائعهم"(۲۴)

"دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مذہب کے کسی طریقے کو بدلنے کے لیے نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی مذہب پر عمل کے معاملے میں ان کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی کی جائے گی۔"

اسلام کے ابتدائی دور میں اپنی حدود اقتدار میں مسلمانوں کا واسطہ زیادہ تر یہود و نصاری سے رہا اسی لیے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے سلسلے میں اسلام کی پالیسی اور رویہ ہمیشہ روادارانہ رہا ہے۔

۸ -فرقہ واریت کا رجحان

اسلام دین اعتدال ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام کا لغوی مفہوم ہی سلامتی ، امن، سکون اور تسلیم ورضا ہے۔ رواداری، توازن و اعتدال مہذب انسانی معاشرے کی اعلیٰ خصوصیت ہے جہاں توازن واعتدال نہیں وہاں ظلم و تشدد ، فرقہ بندی اور گروہی و مسلکی مفادات ہیں جس انسانی معاشرے میں رواداری کا وصف نہ ہو وہاں فرقہ واریت کا پودا بڑی آسانی سے اگتا ہے۔ انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف وکی پیڈیا میں فرقہ واریت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Sectarianism, according to one definition is bigotry, diserimination, or hatred arising from attaching importance to perceived differences between subdivisions with a group, such as between different denominations of a religion, class regional or factions of a political movement."(25)

"فرقہ واریت ایک تعریف کے مطابق، تعصب، امتیاز اور اس نفرت کو کہتے ہیں جو ایک مذہب، علاقے یا سیاسی تحریک کے اندر اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔"

فرقہ واریت، گروہ بندی اور جماعت بندی کسی بھی مذہب علاقے یا سیاسی تحریک میں ہو سکتی ہے۔ مگر بد قسمتی سے جس قدر فرقہ پرستی اور تفرقہ پروری کا زہر امت مسلمہ میں پایا جاتا ہے وہ کسی اور تحریک یا جماعت میں نہیں پایا

---

(۲۴)طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، (۱۴۲۷ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف، قاہرہ، مصر۔ ۴/۱۳۷

(25)http: www.en.wikipedia.org/wiki/sectarianism

جاتا۔یہی وجہ ہے کہ اب یہ اصطلاح زیادہ تر مسلم ممالک میں استعمال ہوتی ہے۔معاشرے کو صحیح خطوط پر منظم کرنے کی ذمہ داری من حیث القوم تمام امت پر ہے۔کیونکہ اجتماعیت کا تصور اسلام کی فطرت کا جزولا ینفک ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(۲۶)

"اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔"

اسی طرح ملی شیرازہ کو تفرقہ وانتشار کے ذریعے تباہ کرنے والوں کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے انتہائی سخت احکامات صادر فرمائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوه" (۲۷)

"جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لیے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کردو۔"

نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی فرقہ بندی کی شدید مذمت پر واضح دلالت کرتا ہے کہ یہ ایسا فعل مذموم ہے جس کی سزا موت سے کم نہیں۔ مگر افسوس ہم ان فرامین مقدسہ کو یکسر پس پشت ڈال چکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ زوال ہمارا مقدر بن چکا ہے۔۶۵۶ہجری میں بغداد کی خلافت، تاتاریوں اور منگولوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی اس خلافت عباسیہ کی تباہی وبربادی کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب اندرونی خلفشار اور فرقہ بندی بھی تھی۔آج امت مسلمہ پھر اسی فرقہ واریت کے چنگل میں پھنس چکی ہے۔اور اس کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہمارے رویے میں عدم رواداری کا نہ پایا جانا ہے۔ تحمل برداشت، رواداری جیسے اعلیٰ اوصاف ہمارے معاشرے سے رخصت ہوتے جارہے ہیں جن کی وجہ سے آئے دن فرقہ وارانہ تشدد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

۹ -برداشت،رواداری اور شدت پسندی کا باہمی تعلق

عدم رواداری جب ہمارے معاشرتی وجود کا حصہ بن جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں شدت پسندی پیدا ہوتی ہے۔شدت پسندی کے پنپنے اور فروغ پانے میں یقیناً دیگر عوامل بھی کارفرما ہیں۔ مگر ان میں عدم رواداری کے عنصر کو

---

(۲۶)سورۃ آل عمران،۳/۱۰۳

(۲۷)مسلم، مسلم بن الحجاج،(۲۰۰۳ء)،الصحیح، دار الفکر،بیروت، لبنان-۳/۱۴۸۰،رقم:۱۸۵۲

بھی ایک اہم مقام حاصل ہے۔ جہاں دیگر عوامل انسانی طبیعت میں شدت اور غلو کو جنم دیتے ہیں وہاں رواداری، تحمل، برداشت کا نہ پایا جانا بھی اہمیت کا حامل ہے عمومی طور پر شدت پسند اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے نظریے، سوچ، فکر، عقیدے اور مذہب کو برحق سمجھتا ہے اور اس فکر کو دوسرے پر لاگو کرنے میں شدت اور غلو کو درست اور جائز سمجھتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کی تعریف کے مطابق :

"The term Radical (from the latin word radix meaning root) was used during the late 18th century in a political sense" (28)

"شدت پسندی کے لیے بنیاد پرستی اورRadicalism کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ "Radical" ایک لاطینی لفظ ہے۔ جوRadix سے اخذ شدہ ہے۔ اور اس کا معنی ہے جڑ، اور اس لفظ کو ۱۷۹۷ء میں پہلی مرتبہGreat Britain کی سیاست میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور سیاست میں اس لفظ سے مرادLiberalism لیا جاتا ہے۔ یعنی جمہوری اقدار کو قبول نہ کرنے میں سخت اور متشددانہ رویہ اختیار کرنا شدت پسندی کہلاتا ہے۔"

پاکستان انسٹیٹیوٹ فار پیس سٹڈیز(PIPS)نے شدت پسندی کی جدید تعریف میں کہا کہ شدت پسندی مثبت بھی اور منفی دونوں پہلوؤں سے ہو سکتی ہے اگر کوئی شخص کسی مثبت انداز فکر میں شدت اختیار کرتا ہے اور اس کو لاگو کرنے کی سعی کرتا ہے تو یہ بھی شدت پسندی کہلاتی ہے۔ گویا اس کا طرز تفکر درست اور مثبت ہو گا مگر اس کو لاگو کرنے کے لیے اگر وہ شدت اختیار کرے گا تو یہ شدت پسندی کہلائے گی۔ محققین اور ماہرین نے شدت پسندی کے عمل کو انتہاء پسندی اور دہشت گردی سے الگ طور پر دیکھنے کی شعوری کوشش کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مثبت اور منفی دونوں مفاہیم کا تعلق شدت سے ہی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شدت پسند، انتہاء پسند یا دہشت گرد نہیں ہو سکتے۔ شدت پسندی ایک ایسا رویہ ہے جو انتہاء پسندی کو پیدا کرتا ہے اور یہ کسی بھی مسئلہ پر منطقی یا انتہاء پسندانہ فکر کو قبول کرنا یا اخذ کرنا ہو سکتا ہے۔ فاضل مصنف مجتبیٰ محمد نے اپنی کتاب میں شدت پسند افراد کا طرز تفکر اور ان کے اقدامات و مقاصد کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"شدت پسندی ایک ایسا عمل ہے جس میں لوگ انتہاء پسندانہ نظریات اختیار کرتے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ سیاسی اور مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے پر تشدد اقدامات کرنا ضروری ہیں۔ شدت پسندی کا نظریہ، عسکریت

---

(28)http:www.en.Wikipedia.org/viki/Radicalism

پسندی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ماہرین علوم سماجیات کہتے ہیں کہ کوئی بھی معاشرہ جب لسانی، نظریاتی، سیاسی، معاشی، اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم ہوتا ہے تو اس میں شدت پسندی کے رجحانات شامل ہو جاتے ہیں۔ شدت پسندانہ رویے اور آراء علاقائی اعتبار سے منقسم ہیں۔ بعض اوقات ایک علاقے میں پائے جانے والے شدت پسندانہ رجحانات اور اس کے خدوخال دوسرے علاقے میں پائے جانے والے رجحانات سے مماثلت رکھتے ہیں۔ جبکہ بعض اوقات یکسر مختلف ہوتے ہیں۔ کسی بھی ملک اور معاشرے میں پائی جانے والی شدت پسندی کی بنیادی وجوہات میں، سیاسی معروضی حالات، غربت، معاشی استحصال، عدم مساوات، سماجی ناانصافی، فرقہ وارانہ تقسیم، جاہلیت، نظام تعلیم کی خامیاں، مدارس کے نصابات کی عدم اصلاح اور شدت پسند تنظیموں کے جابرانہ مقاصد شامل ہیں۔ جن سے ان مظاہر کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے۔"(۲۹)

مجتبی محمد لکھتے ہیں:

شدت پسند کے لیے یہ مندرجہ بالا عوامل مہمیز ثابت ہوتے ہیں کوئی بااثر شدت پسند جماعت ان میں سے کسی ایک عامل پر توجہ مرکوز کرتی ہے، اور اس کے ذہن میں معاشرے سے بغاوت کے خیالات کو ابھارتی ہے۔ اور جذبہ انتقام کے لیے دین کو استعمال کرتی ہے۔ بعد ازاں وہ معصوم ذہن، دیکھتے دیکھتے شدت پسند بن جاتا ہے۔ ان عوامل کے ساتھ ساتھ اگر انسانی فطرت میں رواداری، تحمل، برداشت پیدا ہو جائے تو اس شخص کا شدت پسندی کی طرف راغب ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔ اگر رواداری اور پر امن بقائے باہمی کو فروغ دیا جائے تو معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ اگر رویوں میں مثبت تبدیلی لائی جائے تو معاشرے سے شدت پسندی کے رجحان میں خاطرہ خواہ کمی واقعہ ہو گی کیونکہ کسی بھی معاشرے میں انسانی رویے اور سماج کی ترقی آپس میں مربوط ہوا کرتے ہیں اور انہیں الگ الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا جیسا کہ ۱۹۲۵ء میں مغربی مفکر کالہون (Calhoan) نے لکھا تھا۔

"سماجی نظام ہی ایک حقیقی نظام ہے اور یہ متعصبانہ تقسیم کا حصہ نہیں ہے۔"(۳۰)

مذاہب کے سیاسی تنوع اور اس سے وابستہ ہیجان انگیز صورت حال کو انتہاء پسندی کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے دانشوروں اور ماہرین کے مطابق انتہاء پسندی ایک ایسا طرز عمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔

انگلش انسائیکلوپیڈیا، آف ویکیپیڈیا میں انتہاء پسندی (Extremism) کے بارے میں درج ہے کہ:

---

(29)http:www.pips.org.pk/publications.html/

(۳۰)راٹھور، مجتبی محمد،(۲۰۱۱ء)، پاکستان میں شدت پسندی، narrative.pvt.Ltd، اسلام آباد۔ ص:۱۳

"Extremism is a complex phenomenon, although its compexity is often hard to see. Most simply, it can be defined as activities(beliefs, attitudes, feelings, actions, strategies) of a character far removed from the ordinary."(31)

"انتہاء پسندی ایک پیچیدہ طبعی عمل ہے۔ اگرچہ اس کی پیچیدگی اکثر نظر نہیں آتی تاہم عام اور سادہ الفاظ میں اس کی تعریف یہ ہے کہ انتہاء پسندی ایک ایسے کردار کا نام ہے جو معمول کے رویے سے ہٹ جائے۔ یہ کردار خواہ مذہب میں ہو احساس، عمل یا حکمت عملی میں ہو اور انتہاء پسندی ایک ایسا منفی عمل ہے جس میں مثبت پہلوؤں کو تلاش کرنا ایک احمقانہ عمل ہے۔"

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انتہاء پسندی وہ طبعی عمل ہے جو شدت پسندی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر شدت پسندی کا بروقت تدارک نہ کیا جائے تو وہ لمحوں میں انتہا پسندی میں بدل جاتی ہے۔ انصاف کا نہ ہونا، غربت، فرقہ واریت کے رجحانات، عدم برداشت یہ وہ سارے عوامل و محرکات ہیں جو انتہا پسندی کو فروگ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر انسانی طبیعت میں برداشت، رواداری، تحمل، وسعت وکشادگی جیسے اوصاف ہوں تو انتہاء پسندی کا بروقت خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۰ - انتہا پسندی، دہشت گردی کی بنیاد ہے

دہشت گردی(Terrorism) کی ابھی تک کوئی جامع تعریف سامنے نہیں آسکی، مختلف ماہرین نے اس کی تعریف کرتے ہوئے الگ الگ الفاظ استعمال کیے ہیں کیونکہ وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ اس کی تعریف میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ دہشت گردی کی جامع انداز میں تعریف اس لیے بھی مشکل ہے کہ مختلف جگہوں اور موقعوں پر اس کو مختلف انداز سے پہچانا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر جگہوں پر دہشت کو قبول کرنے یا دہشت زدہ ہونے کی شدت کا معیار الگ الگ ہوتا ہے۔ فاضل مصنف میاں علاؤ الدین دہشت گردی کے ذیل میں مختلف نظریات کا تجزیہ درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

(31)http:www.en.wikipedia.org/viki/extremism/

"ایک طبقہ فکر کے نزدیک: دہشت گردی اتنی ہی پرانی ہے جتنی آدمیت، یہ انسان کی جبلت میں شامل ہے اور جب بھی اس کی یہ جبلت بیدار ہوتی ہے وہ دہشت گردی کرتا ہے۔ لیکن یہ خیال درست نہیں کیونکہ یہ عین فطرت کے خلاف ہے انسان کی فطرت شدت پسندیا انتہاء پسند نہیں ہوتی ہر انسان اپنی فطرت میں نرم خو اور نرم مزاج ہوتا ہے۔ لیکن بعد ازاں معاشرتی عوامل اس کی فطرت کو تبدیل کرتے ہیں آج دنیا میں جتنے بھی دہشت گرد پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثریت ان افراد کی ہے جو معاشی طور پر مضبوط و مستحکم نہیں۔ غربت سے دو چار ہیں۔ اور ایسے افراد بآسانی کسی ایک تنظیم یا جماعت میں چند پیسوں کے عوض شامل ہو جاتے ہیں جو دہشت گردی کی کاروائیاں کرتی ہے۔"(۳۲)

اسی طرح کچھ لوگوں کے خیال میں دہشت گردی، حکومت کی ناقص پالیسوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اگر حکومت اپنی پالیسوں میں مخلص ہو تو اس سے معاشرے میں امن وسکون پیدا ہو سکتا ہے۔ جبکہ تعلیم یافتہ طبقے کے نزدیک دہشت گردی کی وجہ معاشرتی ناانصافی اور مذہب کی غلط تعبیر و تشریح ہے دہشت گردی سے نجات کیسے ممکن ہے اس کے بارے میں اخلاقیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ لوگوں میں نفرت کو کم کیا جائے اور برداشت، رواداری، تحمل جیسے رویوں کو فروغ دیا جائے تو دہشت گردی سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

بعض دینی اداروں اور مدارس میں طلباء کو دیگر مسالک کے خلاف نفرت، عدم رواداری اور انتہاء پسندی پر مبنی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس سے وہ طلباء کسی دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والے افراد کو غیر مسلم اور گمراہ سمجھتے ہوئے نفرت کا بیج بوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے یہ طلباء تنگ نظری، عدم رواداری اور فکری مغالطوں کا شکار ہو کر اپنے علاوہ سب کو کافر، مشترک اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے لگتے ہیں بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ بعض افراد شدت پسندی سے انتہاء پسندی اور انتہاء پسندی سے دہشت گردی کی طرف راغب ہوتے ہیں اور پھر خونِ ناحق بہانا نہ صرف جائز بلکہ واجب سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں رواداری، تحمل، برداشت کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے تاکہ شدت پسندی اور انتہاء پسندی کے ساتھ ساتھ دہشت گردی سے نجات حاصل کی جاسکے۔

خلاصہ بحث

رواداری کی اصطلاح ۱۸ویں صدی عیسوی کے آخر میں ظاہر ہوئی اس سے پہلے یہ لفظ اپنے موجودہ معنی و مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا تھا اس اصطلاح کو ۲۰ویں صدی میں مذاہب کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا جب سائنسی ترقی کی بدولت فاصلے کم ہونے لگے اور مختلف مذاہب کے افراد ایک دوسرے کے قریب آئے تو معاشرے میں امن و

(۳۲)علاؤالدین،(س۔ن)، دہشت گردی ایک مسلسل خطرہ اور اس کے اثرات، علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور۔ ص:۸۵

امان کی فضا بر قرار رکھنے کے لیے، رواداری کا لفظ اور اصطلاح زبان زد عام ہونے لگے۔ رواداری بنیادی طور پر انسانی طبیعت میں پایا جانے والا ایک ایسا وصف ہے جو برداشت، تحمل، عفو درگزر، وسعت، کشادگی اور لطف و کرم جیسے اخلاق حمیدہ کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رواداری کا معنی سخاوت، کرم، مہربانی اور لین دین میں کشادگی اور نرمی کیا جاتا ہے۔ رواداری کی صفت کو مذہب کے ساتھ خاص کرتے ہیں تو اس کا معنی مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان تحمل، برداشت، وسعت قلبی، کشادگی، اعتدال پسندی اور میانہ روی کے ساتھ باہم معاملہ کرنا ہے۔

عصر حاضر میں جب رواداری کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ تو یہ اہل مذاہب کے تعلقات کو مختلف جہتوں سے بیان کرتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی ضرورت و اہمیت زمانہ ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔ کیونکہ ماقبل کے زمانے میں ذرائع نقل و حمل کی اتنی ترقی نہیں تھی مگر جدید ٹیکنالوجی نے دنیا کو (Global village) بنادیا۔ جس کی وجہ سے مختلف ممالک اور مذاہب کے افراد پہلے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں۔ چنانچہ مختلف مذاہب اور اعتقاد و نظریات کے پیروکاروں میں میل جول اور باہمی روابط بھی زیادہ ہوگئے۔ جس کی وجہ سے رواداری کی ضرورت پہلے ادوار کی نسبت زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ مذہب کی غلط تعبیر و تشریح کی وجہ سے شدت پسندی، انتہاء پسندی اور دہشت گردی جیسے مذموم اور قبیح افعال معاشرتی امن کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ رواداری ہی وہ صفت ہے جس کو فروغ دے کر ان معاشرتی مسائل سے چھٹکارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مصادرومراجع

۱. القرآن الکریم
۲. احمد بن حنبل،(س۔ن)،المسند،مؤسسہ قرطبہ،مصر۔
۳. ازہری، ابو منصور محمد بن احمد،(۲۰۰۱ء)،تہذیب اللغۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۴. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث،(۱۹۹۴ء).السنن، تحقیق:شعیب الارنؤوط،دارالفکر،بیروت
۵. راٹھور، مجتبی محمد،(۲۰۱۱ء)،پاکستان میں شدت پسندی، narrative.pvt.Ltd،اسلام آباد
۶. طبری،ابوجعفر محمد بن جریر،(۱۴۲۷ھ)، تاریخ الرسل والملوک، دارالمعارف، قاہرہ، مصر
۷. ابن عاشور، امام محمد الطاہر،(س۔ن)، اصول النظام الاجتماعی فی الاسلام، طبع ثانی، المؤسسۃ الوطنیۃ لکتاب الجزائر۔
۸. علاؤالدین،(س۔ن)،دہشت گردی ایک مسلسل خطرہ اوراس کے اثرات،علم وعرفان پبلی کیشنز،لاہور
۹. صلبیا ،الدکتور جمیل،(س۔ن)، المعجم الفلسفی،دارالکتاب البنانی، بیروت، لبنان
۱۰. غرباوی،ماجد،(۱۴۲۷ھ)،التسامح ومنابع التسامح فرص بین الادیان والثقافات، مدین، قم،ایران
۱۱. ماہنامہ میثاق، مدیر، ڈاکٹر اسرار احمد، ، ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء جلد:۲۰شمارہ: ۹
۱۲. ماہنامہ تجزیات، مدیر محمد عامر رانا، تحریر، خالد احمد، اشاعت ۵ جنوری ۲۰۰۹ء، اشاعت اسلام آباد
۱۳. مولوی فیروز الدین،(س۔ن)، فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، اردوبازار ,لاہور۔پاکستان
۱۴. مسلم، مسلم بن الحجاج،(۲۰۰۳ء)،الصحیح، دارالفکر،بیروت، لبنان

15. Jonathan Crowther, (1995), Oxford Advanced learner's Dictionary, Oxford University New York
16. https//www.un-documents/net/dpt/htm/
17. http//www.un.org/en/documents/charter/preamble
18. http:www.en.Wikipedia.org/viki/Radicalism
19. http:www.pips.org.pk/publications.html/
20. http:www.en.wikipedia.org/viki/extremism/
21. http: www.en.wikipedia.org/wiki/sectarianism